جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ مئی ۲۰۱۴ء



بانی : فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0301-0331-6769897

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

تحفظ مدارس دینیہ کانفرنس

دینی مدارس اسلام کے قلعے ہیں، دین اسلام کے بقاء اور تحفظ کا کام اس عالم اسباب میں حق تعالیٰ دینی مدارس سے لے رہے ہیں، اس لیے دینی مدارس کا بقاء اور تحفظ مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے ۔ان دینی اداروں نے ہمیشہ قرآن وسنت اور دینی علوم کی آبیاری کی اور لاکھوں مسلمانوں نے ہر دور میں ان سے فائدہ اٹھایا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں جہاں بھی دین کے کسی شعبہ میں کوئی خدمت سرانجام دی جارہی ہے وہ سب دینی مدارس کی مرہون منت ہے ۔مبلغ، محدث، فقیہ، مفسر، مصنف، مؤلف، واعظ، متکلم سب دینی مدارس سے پیدا ہورہے ہیں، ان کی اپنی ایک تاریخ اور خدمات ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

برصغیر پاک وہند میں جب انگریز نے اپنے قدم جمائے اور یہاں سے دینی علم کو مٹانا چاہا تو انہی مدارس نے دینی اقدار کی حفاظت کی اور انگریز ڈیڑھ صد سالہ جبر واستبداد اور پوری کوشش وجدوجہد کے باوجود ان دینی مدارس اور دینی علم وفنون کو نہ مٹاسکا بلکہ اسے خود یہاں سے جانا پڑا۔خیال تھا کہ انگریز کے جانے کے بعد اسلامی حکومت کی سرپرستی میں مملکت اسلامیہ پاکستان میں دینی مدارس اپنی روایات کے ساتھ چلتے رہیں گےلیکن افسوس کہ ستر سال گزرنے کے باوجود ایسا نہ ہوسکا، حکومت نے ہمیشہ عصری علوم کی سرپرستی کی اور اسلامی علوم واقدار کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی، ان حالات میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اہل علم دینی علوم واقدار کی حفاظت کے لیے دینی مدارس کا قیام عمل میں لائے اور ان میں قرآن وسنت اور دیگر متعلقہ علوم وفنون کی تعلیم دی گئی، جس میں وہ سو فیصد کامیاب ہوئے، آج بحمداللہ تعالیٰ دینی علوم انہی مدارس کی وجہ سے محفوظ چلے آرہے ہیں، حکومت نے نہ صرف ان کی سرپرستی سے اعراض کیا

بلکہ ہمیشہ مدارس کے نظام کی حوصلہ شکنی کی اور انہیں قومی تحویل میں لینے کے منصوبے بنائے۔

صدر ایوب کے دور میں جب ان کے خلاف منظّم تحریک کا منصوبہ بنا تو حضرات اکابر نے ان کے تحفظ کے لیے وفاق المدارس العربیہ کے نام سے ایک ملک گیر تنظیم بنائی، جس کا پہلا اجلاس ۱۹۵۹ء میں ہوا، اس تنظیم نے صدر ایوب کے منصوبہ کو فیل کر دیا۔

صدر ایوب کے بعد بھی ہر دور حکومت میں مدارس کے خلاف کوششیں ہوتی رہیں اور منصوبے بنتے رہے لیکن حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے وفاق المدارس کے ذمہ دار حضرات کے بروقت صائب اور مستحسن اقدام سے ہمیشہ یہ کوششیں ناکام رہیں۔

حال میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی قیادت نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ صوبائی سطح پر دینی مدارس میں اجتماع رکھے جائیں گے تاکہ وفاق کے امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعام دیا جائے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اس کے لیے ملتان، کوئٹہ، خیبر پختون خواہ اور کراچی کا انتخاب کیا گیا، ابھی یہ اجلاس منعقد نہیں ہوئے تھے کہ حکومت نے ''قومی سلامتی اور تحفظ پاکستان بل'' کے نام سے جو مسودہ تیار کیا اس میں مدارس اسلامیہ کی آزادی کے خلاف بعض شقیں رکھ دیں، جن کا مقصد واضح طور پر مدارس کی آزادی وحریت کو ختم کرنا ہے۔ اگر یہ بل قومی اسمبلی اور سینٹ میں پاس ہو جاتا ہے تو پھر امریکہ کو مدارس کے خلاف اپنے مذموم مقاصد کے پورے کرنے کا آسانی سے موقع مل سکتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ بل منظور نہ کیا جائے۔

ارباب وفاق المدارس نے ان اجتماعات میں اپنے اصل مقصد کو حاصل کرنے کے ساتھ یہ ضروری سمجھا کہ اس بل کے خلاف بھرپور احتجاج اور مدارس کے دفاع کا حق ادا کیا جائے، اس سلسلہ میں پہلا اجتماع مؤرخہ ۲۰/مارچ ۲۰۱۴ء کو ملتان میں منعقد ہوا جس کے ایک حصہ میں احقر بھی شریک ہوا، اس اجتماع میں سعودی عرب کے نمائندگان نے بھی شرکت کی اور مدارس کے ارباب اہتمام وطلبہ

کے علاوہ دینی جماعتوں کی قیادت نے بھی شریک ہوکر اپنے اتحاد واتفاق کا بھرپور مظاہرہ کیا۔صوبائی سطح پرنمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات سے نوازا گیا اور ناظرین وسامعین کومعزز حضرات اورعلماء کرام نے اپنے خطابات سے محظوظ کیااورساتھ ہی مدارس کے خلاف حکومت کے حالیہ بل کی مخالفت بھی کی گئی۔پنجاب کا یہ نمائندہ اجتماع ہراعتبار سے کامیاب رہااس کے بعدوفاق کے فیصلے کے مطابق دیگر مقامات پربھی اجتماع منعقد ہوئے۔بحمداللہ تعالیٰ تمام اجتماعات خوب کامیاب رہے۔پورے ملک میں وفاق المدارس نے کامیاب اجتماعات منعقدکرکے واضح کردیا کہ پوری قوم مدارس کی افادیت،ان کے بقاءاورتحفظ کے لیے متحد ہےاور مدارس دینیہ اپنے تحفظ وبقاء اورحریت کوقائم رکھنے کے لیے ہرطرح کی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

ان کامیاب اجتماعات کے انعقاد پرصدرالوفاق حضرت اقدس مولاناسلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اورناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمدحنیف جالندھری مدظلہم اوران کے معاونین اوررفقاء بجاطور پرمبارکباد کے مستحق ہیں،اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیردے اور مدارس دینیہ کےتحفظ،بقاءاوردفاع کے لیےان کی مساعی کوقبولیت سےسرفرازفرمائیں،آمین۔

افسوس کہ دینی اورسیاسی جماعتوں کی تمام ترمخالفتوں کے باوجودحکومت نے اپنی بے جاضد پوری کرتے ہوئے اپنی اکثریت کی بناپریہ بل قومی اسمبلی سے پاس کرالیاہےلیکن ابھی سینٹ کامرحلہ باقی ہے،خداکرے کہ ارباب اقتدارکوخودہی سمجھ آجائےاوروہ اسے سینٹ میں پیش کرنے کےتلخ مرحلہ سے بازآجائیں۔حق تعالیٰ سے دعاہے کہ ملک وملت کے لیے جوبہترہے ارباب اقتدارکواسی کی ہدایت فرماویں اوراس مملکت اسلامیہ کواندرونی اور بیرونی خطرات سے ہمیشہ محفوظ رکھیں اوردینی مدارس وجامعات کی بھی حفاظت فرمائیں،آمین۔

احقرعبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۱۴ھ ۲۰۱۴/۴/۱۵ء

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن ابی خزامة عن ابیه قال قلت یارسول الله أرأیت رقی نسترقیها ودواءً نتداوی به وتقاةً نتقیها هل ترد من قدرالله شیئا؟ قال هی من قدرالله ۔

ابوخزامہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: کیا ارشاد ہے اس بارہ میں کہ جھاڑ پھونک کے وہ طریقے جن کو ہم دکھ درد میں استعمال کرتے ہیں، یا دوائیں جن سے ہم اپنا علاج کرتے ہیں، یا مصیبتوں اور تکلیفوں سے بچنے کی وہ تدبیریں جن کو ہم اپنے بچاؤ کے لیے استعمال کرتے ہیں، کیا یہ چیزیں اللہ کی قضاء وقدر کو لوٹا دیتی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔

تشریح:

رسول اللہ ﷺ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جن مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے وہ جو تدبیریں اور کوشش کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں جن اسباب کا استعمال کرتے ہیں، وہ سب بھی اللہ کی قضاء وقدر کے ماتحت ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی یہ مقدر اور مقرر ہوتا ہے کہ فلاں شخص پر فلاں بیماری آوے گی، اور فلاں قسم کے جھاڑ پھونک، یا فلاں دوا کے استعمال سے وہ اچھا ہو جائے گا، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس نہایت مختصر دو لفظی جواب سے مسئلہ تقدیر کے متعلق بہت سے شبہات اور سوالات کا جواب ہو جاتا ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن احدالاوقدکتب مقعدہ من النارمن الجنة قالوایارسول اللہ افلانتکل علی کتابناوندع العمل ؟قال اعملوافکل میسرلماخلق لہ اما من کان من اھل السعادة فسییسرلعمل السعادة وامامن کان من اھل الشقاوة فسییسرلعمل الشقاوة ثم قرأ فامامن اعطٰی واتقٰی وصدق بالحسنٰی فسنیسرہ للیسرٰی واما من بخل واستغنٰی وکذب بالحسنٰی فسنیسرہ للعسرٰی۔(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تم میں سے ہرایک کاٹھکانہ دوزخ اور جنت کالکھاجاچکاہے(مطلب یہ ہے کہ جوشخص دوزخ میں یاجنت میں جہاں بھی جائے گا،اس کی وہ جگہ پہلے سےمقدراورمقرر ہوچکی ہے)صحابہ نے عرض کیاتو کیاہم اپنے اس نوشتۂ تقدیر پربھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائیں اورسعی وعمل چھوڑ نہ دیں؟(مطلب یہ ہے کہ جب سب کچھ پہلے ہی سے طے شدہ اورلکھاہواہے،تو پھرہم سعی وعمل کی دردسری کیوں مول لیں)۔

آپ ﷺ نے فرمایانہیں عمل کیے جاؤ کیونکہ ہرایک کواسی کی توفیق ملتی ہے،جس کے لیے وہ پیداہواہے،پس جوکوئی نیک بختوں میں سے ہےتواس کوسعادت اورنیک بختی کےکاموں کی توفیق ملتی ہےاور جوکوئی بدبختوں میں سے ہےاس کوشقاوت اورنیک بختی کے کاموں کی توفیق ملتی ہے۔اس کے بعدرسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فامامن اعطٰی واتقٰی وصدق بالحسنٰی فسنیسرہ للیسرٰی واما من بخل واستغنٰی وکذب بالحسنٰی فسنیسرہ للعسرٰی ۔جس نے راہ خدامیں دیااور تقوٰی اختیارکیااوراچھی بات کی تصدیق کی(یعنی دعوت اسلام کوقبول کیا)تواس کوہم چین

وراحت کی زندگی ،یعنی جنت حاصل کرنے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل سے کام لیا اور مغرور و بے پرواہ رہا اور اچھی بات کو یعنی دعوت ایمان کو جھٹلایا تو اس کے واسطے ہم تکلیف کی اور دشواری والی زندگی (یعنی دوزخ) کی طرف چلنا آسان کر دیں گے۔

تشریح

رسول اللہ ﷺ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر چہ ہر شخص کے لیے اس کا آخری ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں پہلے سے مقرر ہو چکا ہے، لیکن اچھے یا برے اعمال سے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی پہلے سے مقدر ہے، اور تقدیر الٰہی میں یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو جنت میں جائے گا وہ اپنے فلاں فلاں اعمال خیر کے راستے سے جائے گا، اور جو جہنم میں جائے گا وہ اپنی فلاں فلاں بداعمالیوں کی وجہ سے جائے گا، پس جنتیوں کے لیے اعمال خیر اور دوزخیوں کے لیے اعمال بد بھی مقدر و مقرر ہیں، اور اس لیے ناگزیر ہیں، حضور ﷺ کے اس جواب کا ماحصل بھی قریب قریب وہی ہے، جو اوپر والی حدیث میں آپ کے جواب کا تھا، ابھی عنقریب اس مضمون کی کچھ اور وضاحت اور تفصیل بھی کی جائے گی۔

(معارف الحدیث ص ۱۶۰)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا ترجیح الراجح کا جو سلسلہ میرے یہاں ہے تو مجھے تو جب اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے میں رجوع کر لیتا ہوں چاہے ایک بچہ ہی کے کہنے سے معلوم ہو جائے، مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس پر بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ استقلال نہیں ہے مزاج میں، کبھی کچھ کہہ دیا کبھی کچھ کہہ دیا، گویا جو بات ایک دفعہ منہ سے نکل جائے اسی پر اڑا رہنا چاہئے، شیخ اکبر کا قول ہے الصدّیق یتقلّب فی کلّ یوم سبعین مرّۃً بس جب حق واضح ہو گیا قبول کر لیا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ پہلا قول یعنی مرجوع عنہ حق ہے اسے قبول کر لیا، میں نے بعض مسائل سے رجوع کیا ہے پھر اس رجوع سے رجوع کیا ہے دونوں قسم کی تحریریں موجود ہیں۔

جب مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ اگر ایک چیز میرے اندر نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا، لوگوں نے پوچھا حضرت وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا میاں وہی جس سے تم مجھے بڑا سمجھتے ہو، لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ نسبت مع اللہ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا، ورنہ حضور ﷺ کے بعد ابوبکر جیسا عاشق کیسے زندہ رہتا۔

فرمایا ہمارے حضرت کے یہاں مضامین تو بہت عالی تھے مگر اصطلاحات نہ تھیں، ہاں کبھی کبھی بشرط شے اور بشرط لا شے بھی حضرت کی زبان سے نکلا ہے، یہ سن کر ایک معقولی عالم کو تعجب ہوا کہ اصطلاحات تو علوم کے کسب میں آتی ہیں حضرت کے یہاں کیسے ہیں؟ یہ وسوسہ ہوا تھا کہ فوراً فرمایا کہ معانی کا القاء کبھی بدون الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے، یعنی اس وقت اس مضمون کا القاء مع الفاظ کے ہوا ہے۔

فرمایا غالباً کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا ہے کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت جنید کو کسی خلیفہ نے بلایا اور سخت گفتگو کی، حضرت بھی ساتھ تھے، یہ خادم خاص تھے، جب سخت گفتگو ہوتی تو حضرت جنید بھی جواب ترکی بہ ترکی دیتے رہے، حضرت شبلی کو خلیفہ کی گفتگو نا گوار گذر رہی تھی، وہاں ایک قالین تھا مصور جس پر شیر کی تصویر تھی، جب خلیفہ کوئی سخت لفظ کہتا حضرت شبلی اس تصویر کی طرف نظر فرماتے اور وہ سچ مچ کا شیر بن کر کھڑا ہو جاتا، پھر جب حضرت جنید اس کی طرف نظر فرماتے تو وہی شیر قالین بن جاتا، خلیفہ مصروف تھا اس نے دیکھا نہیں، ایک بار جو دیکھا تو وہ شیر بنا ہوا کھڑا تھا، خلیفہ گھبرا گیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا، حضرت جنید نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں اور حضرت شبلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ بچہ ہے ایسی حرکت یہ کر رہا ہے، مگر میں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچنے دوں گا، غرض حضرت شبلی تصرف کرتے تھے اور حضرت جنید اسے مٹا دیتے تھے۔

پٹھانوں کے ذکر میں فرمایا کہ ایک عورت مولد نبوی ﷺ پر حاضر ہوئی تو اس پر بہت اثر ہوا اور جوش میں کہنے لگی قربان جاؤں، بل جاؤں، میرے حضرت ایسے تھے، میرے حضرت ایسے تھے، مگر بے عیب ذات خدا کی ایک کسر بھی رہ گئی کہ پٹھان نہ تھے، اگر پٹھان ہوتے تو کوئی کسر نہ رہتی (نعوذ باللہ) اس غریب کے نزدیک سب سے بڑی شرافت تھی پٹھان ہونا۔

فرمایا ایک پٹھانی احقر کی مرید تھی ایک دفعہ گھر آ کر کہنے لگی مولوی جی! مجھے بہت تکلیف ہے ناداری کی اور تنگی کی، پھر ڈری اور کہنے لگی بس مولوی جی! زیادہ نہیں کہتی کبھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرتی ہے، اس نے شکایت اور عیب میں فرق نہیں کیا، کیسی سادگی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خشیت بھی کیسی غالب تھی۔

ان لوگوں کی سادگی کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مدرسہ دیوبند کے دروازہ پر مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعریف کر رہا تھا کہ ایسے ہیں، ایسے ہیں، اور کہا کہ بس فرعون بے سامان ہیں (لاحول ولاقوۃ الا باللّٰه)۔

فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ

نصب القاضی من العامہ کا حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی مولانا محمد اشرف صاحب سلمہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مرسلہ استفتاء اور اس کا جواب کل ملا تھا جو حاضر فی الذہن ہے وہ پیش کرتا ہوں، اس پر غور کر لیا جائے اور آخری رائے سے مطلع کیا جائے۔

دارالکفر میں قضا بین المسلمین کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بعض علماء نے ''نصب القاضی من العامۃ'' کی صحت کو اختیار کیا ہے اور اس پر یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین سے استدلال کیا ہے۔ اور تقلد القضاء من الکافر پر اشکال کیا ہے۔ اس مسئلہ پر غیر منقسم ہندوستان میں کافی بحث ہو چکی ہے، چنانچہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد صاحب مرحوم نائب امیر شریعت بہار نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی اس کا ذکر کیا تھا، پھر جب غالباً جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ میں تھانہ بھون تشریف لائے اور مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس وقت بھی مولانا سجاد صاحب مرحوم نے ''نصب القاضی من العامۃ'' کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلد قضا من الکافر پر اس اشکال کا ''کہ یہ نص قرآنی: لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً کے خلاف ہے'' اہتمام سے اعادہ فرمایا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمانے پر حضرت والد محترم مولانا مفتی سید عبد الکریم صاحب گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''تتمہ امداد الاحکام'' جلد دوم سے وہ

جواب سنایا جو پہلے لکھا گیا تھا، جس میں ہر دو مسئلہ یعنی نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت اور تقلد قضاء من الکافر کی صحت پر کافی تقریر ہے، اس کو سنتے ہی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اس باب میں اب کوئی اشکال نہیں رہا'' اور مختصر مکالمت کے بعد حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تسلیم کرلیا۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۳۱)

مجموعۃ الفتاوی المالکیۃ میں علامہ صالح تونسی مدرس حرم نبوی مرحوم کا فتویٰ ملاحظہ کیا جائے، اس میں سوال رابع کے جواب میں فرمایا گیا ہے۔

ونصب جماعة المسلمين لقاض يفصل بينهم الخصومات ويقطع المنازعات جائزبل يتعين فى بعض الاحيان على الاعيان اذاوجدواسبيلاًاليه وعدم معارض فيه واجتماع الكلمة عليه۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۲۴۱)

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

قوله عدم معارض ـفيه اشارة الى ماقلناه فى مقدمة هٰذه الرسالة من ان القاضى لايصيرقاضياًفى الهندبمجردنصب عامة المسلمين لان نصبهم لايخلوعن المعارضة كماهومشاهد،والله اعلم۔وسألت العلامة مشافهة عن هٰذه الاشارة حين تشرفت بزيارة بلدة خيرالانام عليه الف الف تحية وسلام۔ ١٣٥٤ھ فوافقناصراحة ولله الحمدعلٰى ذٰلك وعلٰى سائرنعمائه ـ (ص ۲۴۲)

''رفاق المجتہدین'' کے تتمہ میں ایک عالم کے خط کا جواب ہے جس کو حضرت والد صاحب مرحوم نے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ سے گزارا اور حضرت اقدس کی تصویب کے بعد ارسال کیا تھا اس میں نمبر (۲) یہ تھا:

''نصب القاضی بالتراضی صحیح ہے یا نہیں؟''۔

اس کے جواب میں لکھا ہے: ''تراضی مسلمین سے قاضی کا تقرر درست نہیں چنانچہ

''شامی'' نے ''بزازیہ'' سے نقل کیا ہے:لواجتمع اهل البلدة علی تولیة واخذالقضاء لم یصح ،الخ ۔(ص ۴۲۷ ج ۴)اور علامہ شامی نے جو اس کے بعد فرمایا ہے:قلت وهذاحیث لاضرورة والافلهم تولیة القضاء ایضاً کمایأتی بعده ''۔

اس میں اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ عبارت آئندہ جس کا حوالہ دیا گیا،اس میں یجعلو نہ والیاً فیولی قاضیاً ہے براہ راست عامہ کی طرف سے تقرر قاضی کا اس میں کوئی ذکر ہی نہیں، پس مدعا ثابت نہ ہوا۔دوسری عرض یہ ہے کہ جس ملک میں تراضی مسلمین سے قاضی کو قوت وشوکت حاصل ہو جائے ، وہاں تو کچھ گنجائش بھی ہو سکتی ہے مگر اس ملک میں تقرر عامہ سے کچھ کام نہیں چل سکتا بلکہ ایک اختلاف جدید کا وسیع باب کھل جائے گا،اس لیے اس کو صحیح کہنا کسی طرح قرین قیاس نہیں۔(الحیلۃ الناجزۃ ص ۳۲۰)

''تتمہ امدادالاحکام'' جلد دوم کے جواب (جس کا اوپر ذکر آیا ہے) کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلد قضاء من الکافر ولایت سلطانیہ کی بناپر نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نصب قاضی کا فریضہ جو مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے وہ اس کو قوت تنفیذ نہ ہونے کے سبب ادا نہیں کر سکتے مگر جب حکومت کافرہ نے کسی کو قاضی یا والی بنا دیا تو عدم قدرت کا مانع مرتفع ہو گیا،لہٰذا اس کی تعبیر یوں کی جائے گی کہ سلطان یا والی کافر نے جو کسی کو عہدہ قضا وغیرہ سپرد کیا ہے دراصل وہ سپردگی اہل اسلام کی جانب سے ہے (جس پر عامۃ المسلمین کا سکوت بھی دال ہوسکتا ہے)اور حکومت کافرہ صرف پیام رساں ہے اور اس منظوری اور پیام رسانی کی شرط رفع مانع یعنی قوت تنفیذ حاصل ہونے کے واسطے ہے۔حاصل یہ ہے کہ حکومت کافرہ کی طرف سے جو تقرر قاضی کا ہوا ہو وہ تولیت قضاء نہیں بلکہ تولیت قضاء کی شرط ہے۔

اس تقریر سے اہل اسلام پر کفار کی ولایت کا شبہ بحمد اللہ بالکل رفع ہو گیا،فتدبر وتشکر نیز جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تقلد قضاء من الباغی المتغلب ہے اور اس میں

شمس الائمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی توجیہ کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ (الحیلۃ الناجزۃ ص ۳۱)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ ''القول الماضی فی نصب القاضی'' میں لکھتے ہیں (یہ رسالہ النور ماہ محرم ۱۳۴۵ھ میں شائع ہوا):

قال فی الدر :ویجوز تقلدالقضاء من السلطان العادل والجائرولوکان کافراًذکرمسکین وغیرہ الااذاکان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم،اھ۔

وفی العالمگیریة :والاسلام لیس بشرط ای فی السلطان الذی یقلد کذافی التتارخانیة۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بناوے اور جن مسائل میں قضاء قاضی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دے دے تو وہ شرعی قاضی ہو جائے گا اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وایقاع طلاق وثبوت نسب وحکم موت مفقود وغیرہ میں نافذ ہوں گے بشرطیکہ اس کو موافق حکم شرع فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، خلاف حکم شرع فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔قال فی العالمگیریة :واذااجتمع اهل بلدة علٰی رجل وجعلوہ قاضیاًیقضی فیمابینهم لایصیرقاضیاً ولواجتمعوا علٰی رجل وعقدوامعه عقدالسلطنة اوالخلیفة یصیرخلیفة وسلطاناً،اھ۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدون گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا، کیونکہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حکم ہو جائے گا جس کا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جبکہ مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں رضامندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کر دیں اور اگر ایک نے معاملہ سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا ہو تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے۔(النور ص ۲۵)

حضرت مولانا علامہ عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ ''ولایت عامہ نہ ہوگی'' پر حاشیہ میں

فرماتے ہیں:

"قلت فلایرد علیه مافی ردالمحتار ص ۴۲۷ وهٰذاحیث لاضرورت والا فلهم ای للعامة تولیة القاضی ایضاً کمایأتی بعده وقال بعداسطر واما بلاد علیهما ولاۃ کفارفیجوزللمسلمین اقامة الجمع والاعیادویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین، اھ۔فان معناه انه یصیر قاضیاًبتراضی المسلمین اذاحصلت له ولایة عامة فی محل قضائه لماعرفت ان الولایة احدارکان القضاء واهل الهند لوجعلوا قاضیاًبتراضیهم لایکون له ولایة علیٰ احداصلاً کماهومشاهد من حالهم فافهم"۔

اس سے پہلے حضرت مولانا عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصب قاضی پر زور دیتے ہوئے ارقام فرمایا ہے:

بدون قاضی مسلمانان ہندکوسخت تکلیف ہے اوراس تکلیف کووہ بدون گورنمنٹ کی امدادحل نہیں کرسکتے کیونکہ قاضی کے لیے مسلم ہونے کے ساتھ صاحب حکومت ہونا بھی ضروری ہے اگرکسی جگہ کے مسلمان ازخودکسی کوقاضی بنانا چاہیں تووہ قاضی نہ ہوگا،محض حَکم وثالث ہوگا،الخ۔

قال فی العالمگیریة:والقضاء فی الشرع قول ملزم یصدرعن ولایته عامة،الخ۔(ص۲۳)

ان عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کے لیے مسلمان ہونااورصاحب حکومت ہونا شرط ہے۔اوریہ کہ کسی جگہ کے مسلمان ازخودکسی کوقاضی بنالیں تووہ قاضی نہ ہوگا۔اورظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہوسکتا ہے جوسلطنت کی طرف سے مقررکیا جائے۔

نیزفرماتے ہیں: وفی الدرالمختار:القضاء شرعاًفصل الخصومات وقطع المنازعات وارکانه ستة حکم ومحکومه به وله ومحکوم علیه وحاکم،الخ۔(۲۰)

غرضیکہ قاضی کے لیے صاحب حکومت ہونا شرط ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا۔''القول الماضی'' پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تصدیقی دستخط ان الفاظ میں ثبت ہیں:

''الجواب صواب بلا ارتیاب'' اشرف علی عفی عنہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور فتویٰ اس سے بھی پہلے ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ کا لکھا ہوا ''فتاویٰ خلیلیہ'' جلد اول میں شائع ہو چکا ہے، اس میں بھی تصریح ہے کہ:

''قاضی کے لیے صاحب حکومت ہونا ضروری ہے کیونکہ قضاء کے معنیٰ ہی حکم کے ہیں، لغتہً اور شرعاً بھی حکومت رکن قضاء ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کو رعایا از خود قاضی بنائے گی وہ صاحب حکومت نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ قاضی شرعی بھی نہ ہوگا، لہٰذا مسلمانان ہند پر واجب ہے کہ وہ گورنمنٹ سے درخواست کریں کہ مسلمان قاضی مقرر کردے جوان مسائل کو جن میں قضاء قاضی کی شرعاً ضرورت ہے۔ شریعت کے موافق فیصلہ کیا کرے اور ان قاضیوں کے لیے صاحب حکومت ہونا ضروری ہے۔ (ص ۲۵۳ ج ۱)

حضرت اقدس مولانا الشیخ خلیل احمد سہارنپوری شارح ابی داؤد کا ایک فتویٰ مفصل اسی فتاویٰ خلیلیہ میں موجود ہے جس کے آخری فقرے یہ ہیں:

''بالجملہ مسلمانان ہندوستان کے لیے قاضی مسلم کا تقرر نہایت ضروری ہے اور صدہا مسائل میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ بروئے مذہب اسلام کافی نہیں ہوسکتا اور نیز بدوں امداد حکومت اگر خود مسلمان کسی کو قاضی بنادیں تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا''۔ (ص ۲۵۷ ج ۱)

اس پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ سب ہی

اساتذہ کے دستخط موجود ہیں گویا کہ یہ مظاہر علوم کا اجتماعی فتویٰ ہے ۔امید ہے ہماری ان معروضات سے تقلد قضاء من الکافر کی صحت اور نصب القاضی من العامہ کی عدم صحت پر کافی روشنی پڑ گئی ہوگی اوران ہر دو مسئلوں میں ہمارے اکابر کا موقف بھی اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ ان بزرگوں کے نزدیک نصب القاضی من العامہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں قوت تنفیذ نہیں ہوگی اور تقلد قضاء من الکافر صحیح ہے اسی لیے حکومت برطانیہ کافرہ سے تقرر قاضی کے لیے یہ حضرات کوشاں رہے ،اگر یہ صورت جائز نہ ہوتی تو یہ اکابر اس کی سعی کیوں فرماتے اور اگر نصب من العامہ کی صورت صحیح ہوتی تو اس پر ہی عمل کر لیتے ۔

اکابر کے ان فتاویٰ اوران کے طرز عمل سے مسئلہ بالکل واضح ہے کہ قوت تنفیذ کے حاصل ہوئے بغیر تقرر قاضی لفظ بے معنیٰ اور بے مسمیٰ ہے ۔اور یہ بھی واضح ہے کہ قاضی کے لیے اصل قوت تنفیذ کا حصول ہے ۔اسی قوت تنفیذ پر نصب من العامہ کی عدم صحت متفرع ہے ۔ چنانچہ ہمارے اکابر نے اس حقیقت کو اپنے استفتاء (جو مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا) میں واضح فرما دیا ہے ،فرماتے ہیں:

وهل يشترط للقاضى القوة القاهرة والشوكة الظاهرة على تنفيذ الحكم ام لا؟ويتفرع علٰى هٰذاسوال آخروهوان المسلمين اذاكانوتحت حكومة غيرمسلم ولم يكن ثمه قاض من جانب الحكومة فهل يصح نصب القاضى من عامة المسلمين مع ان القوة لايحصل بمجردنصبهم ـ(الحیلۃ الناجزۃ ص۲۲۹)

اس کا جواب علامہ صالح تونسی نے حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا:

نعم يشترط ذٰلك فيه اصالة وذٰلك التنفيذوالالزام هوالفارق بينه وبين المفتى اذهومخبرفقط دون القاضى فانه منفذللاحكام ولذاوصفه به فى تحفة الحكام بقوله منفذبالشرع للاحكام هذاهوالاصل فيه ـ(الحیلۃ ص۲۴۰)

قاضی کے لیے قوت تنفیذ احکام اور شوکۃ ظاہرۃ کا شرط ہونا اس عبارت تحفۃ الحکام سے بھی واضح ہے۔علامہ صالح تونسی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔مفتی اور قاضی میں اسی کو فارق قرار دیا ہے۔ہمارے حضرات کے فتاویٰ میں بھی اسی کی تصریح موجود ہے۔

اعلاء السنن میں بھی اس کو ذکر فرمایا گیا ہے، فرماتے ہیں:

ثم لما کان مبنی الامارۃ والقضاء علی الالزام فلایصلح لھامن لاولایۃ لہ علی الالزام کالصبی ،الخ۔(ص۳۱ج۱۵)

درمختار میں ہے: حاصل ماذکرہ الشیخ قاسم فی تصحیحہ انہ لافرق بین المفتی والقاضی الاان المفتی مخبرعن الحکم والقاضی ملزم بہ۔(شامی ص۶۹ج۱) مفتی اور قاضی میں فرق یہ ہے کہ مفتی حکم شرعی کو بتلا دینے والا ہوتا ہے اور قاضی حکم کو لازم اور نافذ کرنے والا ہوتا ہے۔

نیز درمختار میں ہے: المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاھر ،اھ۔

فقہاء کا مستدل حدیث ھند بنت عتبہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ان ھندابنت عتبۃ قالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی مایکفینی وولدی الاماا خذت منہ وھولایعلم فقال خذی مایکفیک وولدک بالمعروف،متفق علیہ۔(**مشکوٰۃ باب النفقات ص۲۹۰ج۲**)

حضورﷺ نے ہند کے سوال کے موافق بغیر تحقیق اصل واقعہ شوہر کی اجازت کے بغیر بقدر کفایت مال لینے کی اجازت دیدی۔تحقیق واقعہ کا قاضی کا منصب ہے مفتی کا نہیں۔ وہ دیانت پر حکم شرعی بتلا دیتا ہے، لفظ فتویٰ اور قضاء سے ہی ان دونوں میں فرق واضح ہو رہا ہے اس لیے فقہاء ''رسم المفتی'' میں مفتی کے لیے ہدایات اور کتاب القضاء میں قاضی کے آداب کا تذکرہ کرتے ہیں۔البتہ تحکیم سے حکم مثل قاضی کے ہوجاتا ہے اور حکم بنانے

والوں کے اوپر اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے۔ مگر حَکَم کے تقرر من العامہ سے بھی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں سرے سے تحکیم درست ہی نہیں اور پھر حکم سے پہلے ہر شخص کو اس کے عزل کا اختیار رہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے:

وان التحكيم لايصح فی حدوقودودية على العاقلة وان لكل منهما عزله قبل الحكم۔ (شامی ص۴۸۵ ج۴)

اول تو یہ صورت متصور نہیں ہے کہ تمام مسلمان اس طرح کہ ایک شخص بھی اس کے خلاف نہ ہو کسی شخص کو قاضی بنالیں اور اس کو بمنزلہ حَکَم کے قرار دے دیا جائے کیونکہ اگر ایک شخص نے بھی اپنی رضامندی کا اقرار نہیں کیا تو وہ اس کے حق میں حَکَم نہ ہوگا اور اس کا فیصلہ اس پر نافذ نہ ہوگا، نہ ہی اس شخص کو عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو ہی جائے تو جس شخص کا دل چاہے گا وہ اس کے حکم پر قبل الحکم عدم رضا کا اظہار کر کے اس کے فیصلہ اور حَکَم ہونے کا انکار کر سکتا ہے۔

درمختار میں ہے: وينفرد احدهما بنقضه ای التحكيم بعدوقوعه والاولٰی ان يبدله بقوله قبل الحكم۔ (شامی ص۴۸۳ ج۴)

اس کے علاوہ اس پر یہ محذور بھی مترتب ہوگا کہ حقیقت میں تو حَکَم ہوگا اور معاملہ اس کے ساتھ مثل قاضی کے کیا جائے گا اور اس کو نام بھی قاضی کا دیا جائے گا اور مدعیٰ علیہ کو زبردستی اس کے پاس بلایا جائے گا، حالانکہ اس کی ولایت جبریہ نہیں ہوگی بلکہ محض ارادیہ ہوگی۔ تو اس صورت میں اس کا حکم ہی نافذ نہ ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہوگی جو ''بحر'' نے ''بزازیہ'' سے لکھی ہے:

قال بعض علمائنااكثرقضاة عهدنافی بلادنامصالحون لانهم تقلدوا القضاء بالرشوة ويجوزان يجعل حاكماًبترافع القضية واعترض بان الرفع ليس

علی وجه التحكيم بل على اعتقاده انه ماضى الحكم وحضور المدعى عليه قديكون بالاشخاص والجبر فلا يكون حكماً۔ (شامی ص۴۸۲ ج۴)

بعینہ یہی اعتراض اس حکم پر ہوگا جس کو قاضی کا نام دیا جائے گا، تو یہ حکم بھی نہ ہوگا۔ بہر حال حکم کو چونکہ ولایت جبریہ حاصل نہیں ہوتی اس لیے نصب من العامۃ سے بھی مشکل حل نہیں ہوتی بلکہ اختلاف کا ایک نیا باب کھل جائے گا کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں وہ قاضی کی مثل ہوگا اور اس کے پاس اپنے مقدمات لے جائیں گے اور دوسرا فریق اگر اس کے پاس اپنا مقدمہ لے جانا نہ چاہے گا تو اس طرح ایک مستقل نزاع قائم ہو جائے گا۔ اور اس طرح یہ حکم بھی نہ ہوگا والیہ اشار والدی العلام رحمه الله تعالیٰ بقوله ''بلکہ ایک اختلاف جدید کا وسیع باب کھل جائے گا'' کمامر۔

الحاصل تقرر قضاء کی دارالکفر میں تین صورتیں ہیں:

(۱) تقلد قضا من الکافر (۲) یجعلونہ والیاً فیولی قاضیاً (۳) تراضی مسلمین سے تقرر۔

اوپر کی تفصیلی تحریر سے واضح ہو رہا ہے کہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ تقلد قضاء من الکافر کی صورت کو ہندوستان میں مشکلات کا حل سمجھ کر ہمیشہ اس کے لیے حکومت برطانیہ وغیرہ سے کوشش فرماتے رہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے حکم سے حضرت والد مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بوساطت حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سابق صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند مسلم قاضی کے تقرر کے لیے بہت کوشش کی، اس کا تذکرہ ''مکارم عشرۃ'' کے عنوان کے ماتحت ''اشرف السوانح'' جلد سوم میں بھی حضرت والد صاحب کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

پھر اس کے بعد کاظمی ایکٹ وغیرہ کی صورت میں کوششیں جاری رہیں۔ کاظمی ایکٹ مسلم حاکم کی شرط کو تسلیم نہیں کیا گیا تو اس کے بارہ میں ایک اشتہار ''قانون انفساخ

نکاح اہل اسلام کے بارہ میں ضروری تنبیہ'' کے نام سے حضرت والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے شائع کرایا اور اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی، حضرت مولانا مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے علماء دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے دستخط ثبت ہیں۔ اس اشتہار کے علاوہ ''شرعی ترمیمات'' کے نام سے اس ایکٹ کے بارہ میں پمفلٹ شائع کیا گیا جس میں ایکٹ کے ہر دفعہ پر شرعی ترمیم لکھی گئی تھی اس کی ترتیب حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بمعیت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ دی تھی۔ اس پر بھی تمام اکابر کے دستخط ثبت ہیں۔ (مگر اب میرے پاس نہیں ہے)۔

اس کوشش میں ناکامی کی وجہ سے مجبوراً حل مشکلات کے لیے مذہب مالکیہ پر جماعت مسلمین کو قاضی کے قائم مقام ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔ ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں اسی کو اختیار فرمایا گیا۔ اس پر بھی حجرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمام اکابر علماء دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے دستخط ہیں۔

اس طرز عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دار الکفر میں ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے تقلد قضاء کی صورتوں میں سے صرف تقلد من الکافر کی پہلی صورت کو ہی صحیح سمجھا ہے، جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو مذہب غیر پر عمل کرنے کا فتویٰ ضرورۃ شدیدہ کی وجہ سے دیدیا، مگر تقرر قضاء کی دوسری صورتوں کو اختیار نہیں فرمایا۔

اگر یجعلونہ والیاًفیولی قاضیاً کی صورت ممکن ہوتی یا تراضی المسلمین سے قاضی کا تقرر ہوسکتا تو پھر جماعت مسلمین کے فیصلہ کے جواز پر یہ حضرات فتویٰ نہ دیتے۔

غالباً ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس میں سہارنپور میں یہ احقر بھی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ حاضر تھا اور مظاہر علوم کے اکابر علماء شیخ الحدیث صاحب، مولانا محمد اسعد اللہ وغیرہ موجود تھے۔ اس میں امارات شرعیہ کے مسئلہ پر خوب

بحث ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم مبارک سے پندرہ علماء کرام کے نام لکھے، جن میں سب سے پہلا نام حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا اور دوسرا نام حضرت مولانا سید عبدالکریم گمتھلوی کا اور ان کے سپرد یہ مسئلہ کیا گیا تھا کہ اس کی شرعی حیثیت پر غور کیا جائے۔

اس روئیداد کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تقرر قضا اور امارت شرعیہ کے بارہ میں بہت بڑے بڑے اجتماع ہو چکے ہیں اگر ''یجعلو نہ والیاً'' کی صورت کا امکان ہوتا تو سہارنپور کے اس مذکورہ اجتماع میں اس پر عمل ہو جاتا جبکہ یہ اجتماع ''امارت شرعیہ'' کے قیام کے لیے ہی بلایا گیا تھا اور اس کا دعوت نامہ اسی نام سے تھا مگر پھر بھی اس پر عمل نہ ہو سکا۔

اسی طرح دوسری صورت تراضی مسلمین کی بھی نا قابل عمل سمجھی گئی اور وجہ اس کی قوت ظاہرہ کا فقدان اور تنفیذ احکام پر عدم قدرت ہی ہے، ورنہ اتنے بڑے اجتماع میں ایسے بڑے اکابر کے لیے کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ ان میں سے کسی صورت پر عمل کر لیتے۔

اب نہ تو علماء کرام کا اتنا بڑا اجتماع ہی میسر ہے اور نہ ہی ایسے بڑے محقق اور فقیہ اکابر ہی موجود ہیں جو ان اکابر کے فیصلوں کے خلاف اور ان کے طرز عمل سے مختلف دوسرا طریقہ عمل تجویز کر سکیں۔ یہ تو اب اس ملتوی شدہ بلکہ اس کے برخلاف فیصل شدہ مسئلہ کو دوبارہ اٹھانا عوام اور علماء کرام کے مابین اختلاف جدید کا وسیع باب کھولنا ہے، لہٰذا گزارش ہے کہ تقلد قضا کی جو صورت صحیح ہے اور جس کے لیے پہلے سب اکابر کوشش کرتے رہے ہیں کہ حکومت متسلطہ مسلم قاضی کا تقرر کرے۔ اسی کی اب بھی کوشش کرنی چاہیے، کسی دوسری صورت کی تجویز نہیں کرنی چاہیے۔ اور جب تک اس صورت کا تحقق نہ ہو بدرجہ مجبوری جماعت مسلمین کے فیصلوں پر عمل کرتے رہیں جیسا کہ اب تک اسی پر عمل ہو رہا ہے اور سوالنامہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔

دوسری صورت سوالنامہ میں تراضی مسلمین سے تقرر قضاۃ کے مسئلہ کا فقہی حل سمجھنے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارہ میں احقر اوپر گزارشات کر چکا ہے۔ بہت سے بہت یہ بھی ایک صورت تحکیم کی ہی ہے۔ اس طرح تقرر قاضی کی ضرورت پوری نہیں ہوتی کیونکہ اس کے پاس قوت نافذہ نہیں ہے، صرف ایک طریق کار پر اتفاق کی غرض سے کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا قرین مصلحت نہیں ہے بلکہ اس میں بجائے اتفاق کے مزید افتراق کا قوی اندیشہ ہے۔

اس سوالنامہ کا مقصد یہ بتلایا گیا کہ ''ایک طریق کار پر اتفاق کر کے کام کیا جائے تو امت اسلامیہ ہند کی اجتماعی شیرازہ بندی مؤثر طور پر ہوسکتی ہے''۔

امت مسلمہ کی شیرازہ بندی بڑی اہمیت کی حامل ہے مگر حکومت غیر مسلمہ کے تحت جماعت مسلمین یا تحکیم پر عمل کرنے کے علاوہ کوئی صورت قابل عمل نہیں۔ اور رائے عامہ کے ذریعہ نصب سے بھی قاضی شرعی نہیں بنتا وہ بھی حَکم ہی بنتا ہے اور جماعت مسلمین بھی درحقیقت حَکم کی ہی ایک صورت ہے۔ مگر اس میں کچھ شرائط زیادہ ہیں اور مذہب مالکیہ کے مطابق حَکم سے زیادہ مواقع میں مفید ہے کہ جن صورتوں میں تحکیم متصور نہیں ان میں بھی یہ کار آمد ہے۔ مثلاً زوجہ مفقود میں یہ جماعت اپنی شرائط کے ساتھ فیصلہ کر سکتی ہے اور حَکم فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ زوج مفقود ہے اور مفقود کی رائے بھی مفقود ہوتی ہے۔ اس لیے تحکیم متصور ہی نہیں ہے۔ اسی طرح زوجۂ غائب وغیرہ کے مسئلہ میں بھی تحکیم کی کوئی صورت نہیں کیونکہ تحکیم فریقین کی طرف سے ہوتی ہے، اسی طرح زوجہ مجنون یا خیار بلوغ میں جبکہ زوج صغیر ہو، تحکیم ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کی رائے کا اعتبار نہیں ہے مگر ان دونوں صورتوں میں چونکہ جبری قوت تنفیذ حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کو شرعی فیصلہ پر عمل کرنے کا خیال ہے کیونکہ حَکم یا جماعت مسلمین کے پاس کوئی ایسی قوت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے فیصلہ کو فریقین پر ان کے تسلیم نہ کرنے کی صورت میں بھی نافذ کر سکے، صرف ان کے

التزام کی وجہ سے ان پر معنوی اور شرعی لزوم عائد ہوتا ہے، لیکن اگر وہ اس لزوم پر عمل نہ کریں تو ان پر جبر کی قوت حَکَم یا جماعت مسلمین کے پاس نہیں ہے، بخلاف قاضی کے کہ وہ اپنا حکم جبراً نافذ کر سکتا ہے۔ یہی فرق ہے حَکَم اور قاضی میں۔

فیصلہ کے جبری نفاذ کے لیے جس سے قطع منازعت حاصل ہوتی ہے، قاضی شرعی کے فیصلہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا حکم اور فیصلہ رد نہیں کیا جا سکتا وہ بجبر اس کو نافذ کر سکتا ہے۔

درحقیقت قطع نزاع کے لیے قاضی کے فیصلہ کی ہی ضرورت ہے اس کے بغیر قطع نزاع فریقین کے اتفاق اور تسلیم کرنے کا مرہون منت ہے۔ ایک فریق بھی تسلیم نہ کرے تو نزاع قائم رہے گا۔ اگرچہ ان کو حَکَم یا جماعت مسلمین کے ذریعہ حکم معلوم ہو گیا۔ حکم شرعی کا علم اگرچہ مفتی عالم کے ذریعہ بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر اس پر عمل کرنے کا التزام نہیں ہوتا اور حکم یا جماعت مسلمین کے فیصلہ پر عمل کا التزام کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس فرق کے باوجود اگر ایک فریق بھی فیصلہ پر عمل نہیں کرتا تو قوت نافذہ نہ ہونے کے سبب حَکَم یا جماعت مسلمین کا فیصلہ بھی مفتی کے فیصلہ کے مرتبہ میں آ گیا اور دونوں کا مآل ایک ہی ہو گیا۔ اگرچہ فریقین میں سے کسی ایک نے یا دونوں نے التزام کے بعد فیصلہ کو تسلیم نہ کر کے شرعی حکم سے اعراض کر کے گناہ اور شرعی جرم کا ارتکاب کیا ہے مگر یہ دیانت کا معاملہ ہے۔ اس طرح تو مفتی کے فیصلہ اور حکم کے خلاف کرنا بھی شرعی جرم کا ارتکاب ہوگا۔ کیونکہ شرعی حکم پر ہر حال میں عمل کرنا ضروری ہے، حَکَم بتلائے یا مفتی۔ حَکَم یا جماعت مسلمین حُکم شرعی کو بتلاتے ہیں نافذ نہیں کر سکتے، اتنا فرق ہے حَکَم یا جماعت مسلمین معاملہ کی تحقیق کے بعد بتلاتے ہیں اور مفتی صرف بیان پر حکم بتلا دیتا ہے۔ اس طرح بھی صاحب واقعہ کو شرعی حکم معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو تو معلوم ہی ہوتا ہے کہ معاملہ کی نوعیت کیا ہے۔ بہرحال ان دونوں صورتوں سے جبری اور لازمی طور پر قطع نزاع نہیں ہوتا، فریقین کی دیانتداری اور تسلیم پر ہی قطع نزاع

موقوف رہتا ہے۔

اب رہا یہ کہ لوگوں کی ملامت اس کو تسلیم پر مجبور کردے گی تو یہ تو فتویٰ عالم کے بعد بھی ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے، بائی کاٹ اور قطع تعلقات کی صورت بھی پیش آتی رہتی ہیں، مگر پھر بھی صورت نزاع باقی ہی رہتی ہے بلکہ بعض مرتبہ دوسرا فریق مقابلہ میں جماعت بنا کر معارضہ اور مخاصمہ اور جنگ وجدال اور مقدمہ بازی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔اور بعض مرتبہ توہین عدالت کی صورت میں مقدمات کھڑے کردیے جاتے ہیں اور مسئلہ حل ہونے کے بجائے جھگڑا بڑھ جاتا ہے۔

اب ہماری گزارشات بالا کو پیش نظر رکھ کر سوالنامہ کا جواب مختصراً حسب ذیل ہوگا:

(۱) مسلمانوں پر ''نظام قضا'' قائم کرنا ضروری ہے۔بشرطیکہ اس کی قدرت ہو اوراس نظام قضاء سے قوت نفاذ قاضی کو حاصل ہوتی ہواوراس کے معارض دوسری قوت مانع نفاذ حکم نہ ہو۔

(۲) اوپر کی تحریر سے قضاء کی حقیقت اور قاضی شرعی کی تعریف اور شرائط وارکان سب معلوم ہوسکتے ہیں۔

(الف) قضاء کی تعریف میں ''الزام'' سے حسی الزام مراد ہوگا نہ کہ صرف معنوی۔ اصل یہی ہے کہ الزام حسی ہو چونکہ اس کے بغیر تنفیذ حکم نہیں ہوسکتی۔یہ اور بات ہے کہ کسی عارض کے سبب حکم کا نفاذ معطل ہوجائے۔

(ب) الزام حسی کے بغیر قضاء کا تصور ممکن نہیں۔بہرصورت اس قید کا اعتبار رہوگا۔ اگر حالت اختیار نہ ہوگی تو قدرت کا فقدان ہوکر نظام قضاء کا قائم کرنا ضروری نہ ہوگا۔ جزوی اختیارات ہوں گے تو پھر بھی اس کو اپنے دائرہ اختیارات میں الزام حسی حاصل ہونا ضروری ہے۔

(ج) قوت نافذہ کے بغیر قضاء کے معنیٰ متحقق نہیں ہوسکتے اور نہ ہی اس اعتبار سے مفتی کے فتویٰ اور قاضی کے فیصلہ میں فرق ہوگا۔

(۳) قاضی کے حلقۂ عمل اور دائرہ اختیار میں ہر وہ عمل داخل ہوسکتا ہے جو اس کے والی کی طرف سے تفویض کیا گیا ہو مگر اپنے مفوضہ عمل کی حد تک اس کو قوت نفاذ حاصل ہونی ضروری ہے۔ اس میں اس کا کوئی مزاحم نہ ہو، اپنے جبر سے اپنا فیصلہ جاری اور نافذ کر سکے۔

(۴) غیر اسلامی ممالک میں بھی قاضی کا تقرر اس ملک کی قوت حاکمہ کی طرف سے ہی ہوسکتا ہے، جبکہ مسلمان اس پر راضی ہوں۔

(الف) غیر مسلم حکومت اگر مسلمان کو قاضی مقرر کر دے تو وہ شرعاً قاضی ہو جائے گا جیسا کہ درمختار اور عالمگیریہ کی سوالنامہ کی عبارت سے واضح ہے اور اس صورت میں ولایت کافر علی المسلم کے الزام کا جواب اوپر عرض کر دیا گیا ہے، البتہ صرف والی کافر کی تقلید کافی نہیں ہے بلکہ تراضی مسلمین بھی ضروری ہے کیونکہ اصل تو تراضی المسلمین ہی ہے مگر قوت نفاذ حاصل کرنے کے لیے تقلد من الوالی شرط ہے تو اس شرط کے پائے جانے کے بعد قضاء کا تحقق تراضی مسلمین سے ہی ہوگا، علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولٰکن اذاولی الکافر علیھم قاضیاًورضیہ المسلمون صحت تولیتہ بلا شبھۃ، تامل۔ (ص ۴۲۷ ج ۴) اس طرح ولایت کافر علی المسلم کے الزام کا جواب بھی ہوگیا کہ حقیقت میں یہ نصب القاضی من المسلمین ہی ہے۔

فائدہ

فتح القدیر کی (سوالنامہ میں مذکورہ) عبارت سے تقلد قضاء من الکافر کی عدم صحت مفہوم ہو رہی تھی اور تتارخانیہ کی عبارت "الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان الذی یقلد" میں اس کی صحت کی تصریح تھی۔ علامہ شامی نے اسی صفحہ پر ان دونوں کو نقل کیا ہے، پھر

اس عبارت (ولکن اذاولی الکافر علیھم قاضیاًورضیہ المسلمون الخ) سے غالباً دونوں میں تطبیق کی صورت پیدا فرمائی ہے کہ صحت تولیت کے لیے تولیت من الوالی الکافر اور تراضی المسلمین دونوں ہی ضروری ہیں، جب ان دونوں کا تحقق ہوجائے گا تو بلا شبہ تولیت صحیح ہوجائے گی، گویا تولیت من الکافر کے لیے تراضی المسلمین بھی ضروری ہے، وھٰذاماقلنا اولاً۔

خلاصہ یہ ہوا کہ نہ تو صرف تقلد من الکافر سے قاضی بنے گا اور نہ ہی صرف تراضی المسلمین سے۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں ولایت کافر علی المسلم کا شبہ ہوتا ہے اور دوسری صورت میں قوت قاہرہ حاصل نہ ہوگی۔

(ب) غیر مسلم حکومت میں مسلمان کسی امیر کا انتخاب نہیں کرسکتے جبکہ اس کو قوت قاہرہ اور شوکت ظاہرہ حاصل نہ ہو۔

اور فتح القدیر کی عبارت "واذالم یکن السلطان ولامن یجوز التقلدمنه کما هوفی بعض بلادالمسلمین کقرطبه الخ" میں ایسے بلاد مراد ہوں گے جن میں مسلمانوں کے تقرر سے امیر کو قوت وشوکت حاصل ہوجاتی ہو۔ ظاہر ہے کہ ولایت عامہ بغیر قوت قاہرہ کے حاصل نہیں ہوسکتی اور بحالت موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کے تقرر سے امیر کو قوت قاہرہ حاصل نہیں ہوسکتی، اس لیے "امارت شرعیہ" قائم نہیں ہوسکتی۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ حالت موجودہ میں غیر مسلم حکومت میں کسی امیر کو قوت قاہرہ کیسے حاصل ہوسکتی ہے، البتہ ارادی قوت حاصل ہوسکتی ہے کہ جب تک امیر کی امارت کو تسلیم کرنا چاہا تسلیم کرلیا اور جب چاہا اس کی امارت سے انکار کرکے علیحدہ ہوگئے، یہ شان امارت شرعیہ کی نہیں ہوتی یہ تو ثالث اور حَکم کی شان ہوتی ہے۔

اور جب قوت قاہرہ حاصل نہیں ہوسکتی تو پھر یہ کاغذی امر ہوگا، حکومت متسلطہ سے تزاحم کے وقت مزاحمت پر قدرت اس کو نہ ہوگی، بلکہ بقول حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

’’آج کا امیر المؤمنین کل کا اسیر الکافرین ہوگا‘‘۔

اس جگہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مختصر مگر جامع فتویٰ نقل کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے:

سوال(۱): کیا ہم کو کل ہندوستان کے لیے یا کسی خاص علاقہ کے لیے اپنا امیر مقرر کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب(۱): حاصل ہے بشرط قدرت ۔اور مشاہدہ ہے کہ حالت موجودہ میں امارت ارادیہ پر قدرت ہے، امارت قہریہ پر قدرت نہیں۔(امدادالفتاویٰ ص ۵۸۰ ج ۴)

(ج) غیر اسلامی ممالک میں اگر مسلمان باہمی تراضی سے قاضی کا تقرر کریں تو شرعاً قاضی نہیں ہوگا۔(اور یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین (شامی) کا مطلب اوپر عرض کردیا گیا ہے) کیونکہ اس کو ولایت عامہ حاصل نہ ہوگی اور جس جگہ ولایت عامہ حاصل ہوجاتی ہو اس جگہ تراضی المسلمین سے قاضی بن جائے گا۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وھذا حیث لاضرورة والافلھم ای للعامة تولیة القاضی ایضاً کمایأتی بعده وقال بعداسطر۔واما بلاد علیھا ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین،اھ۔فان معناه انه یصیر قاضیاً بتراضی المسلمین اذا حصلت له ولایة عامة فی قضائه لماعرفت ان الولایة احدار کان القضاء واھل الھند لو جعلوا قاضیاً منھم بتراضیھم لایکون له ولایة علی احد اصلا کماھو مشاھد من حالھم فافھم۔(رسالہ القول الماضی فی نصب القاضی ص ۲۵)

واذا اجتمع اھل بلدة علی رجل وجعلوه قاضیاً یقضی فیما بینھم لایصیر قاضیاً (فتاویٰ عالمگیری) کا مطلب بھی یہی ہے کہ جس جگہ ولایت عامہ اور قوت

قاہرہ حاصل نہ ہوتی ہو، اس جگہ صرف تراضی المسلمین سے قاضی نہیں بنے گا۔

(۵) فقہ حنفی میں قوت قاہرہ ومنفذہ کے بغیر قاضی شرعی ہونے کی گنجائش نہیں نکلتی، اس لیے فقہ مالکی کے مطابق جماعت مسلمین کا طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت رہتی ہے جس کو تمام اکابر نے ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں اختیار فرمایا ہے اور بعض صورتوں میں حکم بھی نہیں بنایا جاسکتا، اس لیے جماعت مسلمین کا طریقہ ہی قابل عمل ہے۔

(۶) ایک مقام پر متعدد قاضی ہوسکتے ہیں، اور اختلاف کی صورت میں اگر پہلا فیصلہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے تب تو اس فیصلہ کے خلاف صحیح فیصلہ کیا جائے اور اگر وہ فیصلہ ایسا ہے جو قطعی طور پر شریعت کے خلاف نہیں کسی نہ کسی کے قول کے موافق ہے تو اس فیصلہ کو توڑنا جائز نہیں اگرچہ دوسرے قاضی کی تحقیق میں وہ صحیح نہ ہو۔

فی الھندیہ: السلطان اذاقلدقضاء ناحیة الٰی رجلین فقضی احدھما لایجوز کالوکیلین ولوقلدھماعلٰی ان یتفرد کل منھمابالقضاء یجوز کذافی خزانة المفتین۔(۳۔۳۱۷)

اس جزئیہ سے واضح ہے کہ ایک مقام میں دو قاضیوں کا تقرر اور تقلید علی الانفراد جائز ہے، اور ہر ایک کی قضاء بھی جائز ہے لیکن جب دو قاضی اجتماعاً مقرر کیے جائیں تو پھر ایک کا فیصلہ جائز نہیں بلکہ ان کا اجتماعی فیصلہ نافذ ہوگا۔

عالمگیریہ کی اس عبارت کا یہی مطلب ہے جو عرض کیا گیا ہے۔

جامع الفصولین میں ہے: ولوفی المصر قاضیان کل منھمافی محلة فتخاصم رجلان واختلفا فیمن یختصمان الیه فان کان منزل المتخاصمین محلة واحدةیختصمان الی قاضی تلك المحلة وان کانامن المحلتین فارادالمدعی ان یخاصمه الی قاضی محلة واباہ الآخرقال ابویوسف العبرة

للمدعی وقال محمدلا بل للمدعیٰ علیه وبه یفتی۔(۱۔۲۱)

اس عبارت سے بھی ایک شہر میں دو قاضیوں کے تقرر کا جواز معلوم ہو رہا ہے، فرق یہ ہے کہ ہندیہ کی عبارت سے ایک ناحیہ میں دو قاضیوں کے تقرر کا جواز معلوم ہو رہا ہے، اور جامع الفصولین کی اس عبارت سے ایک ہی شہر کے الگ الگ ہر محلّہ میں مستقل قاضی کا تقرر جائز معلوم ہوتا ہے۔

یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ متخاصمین الگ الگ محلّہ کے رہنے والے ہیں تو مرافعہ کا حق مدعی کو ہے یا مدعا علیہ کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر یہ حق مدعی کو ہے۔

ہمارے اکابر نے بھی ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، فرمایا ہے:

''مقدمہ پیش کرنے کا اس کو حق ہے جو از روئے شریعت مدعی قرار دیا جائے ، دوسرے فریق کو اس میں مخالفت کا کوئی حق نہیں''۔(ص ۲۲۷)

وقد صرحوا بان الفتویٰ علٰی قول محمدفی جمیع مسائل ذوی الارحام وفی قضاء الاشباه والنظائرالفتویٰ علٰی قول ابی یوسف فیمایتعلق بالقضاء کمافی القنیة والبزازیة ،اه۔(شامی ج۱ص۶۶)

ہندوستان میں موجودہ حالت میں تقرر قضاء کی صورت متصور نہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے عرض کر دیا گیا ہے، اس لیے اس نمبر کے جواب میں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔فقط والله اعلم بالصواب والیه المرجع فی کل باب۔

کتبه السیدعبدالشکورالترمذی عفی عنه ذنبه الجلی والخفی

خادم المدرسة العربیة الحقانیه فی قریة ساهیوال من مضافات سرجودها

٤/ جمادی الاخریٰ ١٤١٢ھ

ضبط وترتیب: عبدالناصر ترمذی

چند پسندیدہ اور محبوب اعمال

خطاب: حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم

۴؍جمادی الاخریٰ ۱۴۳۵ھ بروز ہفتہ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں تشریف لائے اور عصر کی نماز کی بعد پرمغز اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔ حضرت مدظلہم کا یہ خطاب افادہ عام کے لیے ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

بعداز خطبہ مسنونہ:

معزز حاضرین، میرے لیے بہت بڑی سعادت ہے کہ آج پہلی مرتبہ اس مبارک جامعہ میں حاضری ہوئی اور یہاں کے اکابر، اساتذہ کرام اور طلبہ سے مل کر قلبی مسرت حاصل ہوئی یہ جامعہ ہمارے اکابر کی یادگار ہے، جس کا فیض الحمدللہ دور دور جاری وساری ہے۔

وقت مختصر ہے اس لیے بغیر کسی تمہید کے ایک طالب علم کی حیثیت سے سرکار دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا خلاصہ عرض کرنا چاہتا ہوں، ہم سب کو چاہئے کہ اس پر عمل کرنے کی نیت سے اس کو سنیں سمجھیں، یاد رکھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم فجر کی نماز میں جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں، کیونکہ آپ پنج وقتہ نمازیں بھی از خود پڑھایا کرتے تھے جس کو امامت صغریٰ کہتے ہیں اور مامت کبریٰ کا فریضہ بھی آپ ہی انجام دیتے تھے، امامت کبریٰ

حکومت چلانے کو کہتے ہیں، آپ مسلمانوں پر حاکم بھی تھے اور حکومت چلانے کا فریضہ بھی آپ ہی انجام دیتے تھے۔ تو ہم آپ کے انتظار میں تھے کہ آپ تشریف لائیں اور ہمیں نماز فجر باجماعت پڑھائیں، لیکن خلاف معمول اس دن بہت دیر ہوگئی، اور اتنی تاخیر ہوگئی کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں سورج نہ نکل آئے اور ہماری نماز فجر قضا نہ ہو جائے۔ آپ کے تشریف لانے کا انتظار کر رہے تھے کہ یکا یک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے تشریف لائے اور جلدی سے مصلے پر تشریف لے گئے، اقامت کہی گئی اور آپ نے نماز باجماعت ادا فرمائی چونکہ فجر کا وقت بہت کم رہ گیا تھا اس لیے آپ نے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز مکمل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب وقت کم ہو نماز کے قضا ہونے کا اندیشہ ہو، تو مختصر طور پر بھی فرض ادا کر لینے چاہئیں۔

سلام پھیرتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند فرمایا کہ سب حضرات اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں، چنانچہ ہم آپ کی بات سن کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، اس کے بعد آپ نے ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک کیا اور فرمایا کہ میں تم کو اپنے تاخیر سے آنے کی وجہ بتانا چاہتا ہوں کہ اتنی زیادہ تاخیر کیسے ہوئی۔

معلوم ہوا کہ اگر امام کو کسی وجہ سے آنے میں تاخیر ہو جائے جس کی وجہ سے مقتدی پریشان ہوں تو اس کو وجہ بتا دینی چاہیے، تاکہ ان کی ذہنی پریشانی اور تشویش دور ہو جائے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معمول کے مطابق رات کو اٹھا اور جس قدر نماز تہجد اللہ پاک نے میری مقدر میں لکھی تھی وہ میں پڑھتا رہا، اسی دوران مجھے اونگھ آنے لگی یہاں تک کہ نیند مجھ پر غالب آ گئی، اور میں نے نیند کی حالت میں ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور میں نے خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت کی۔ اور میں نے اپنے پروردگار کو بہت خوبصورت، حسین شکل میں دیکھا۔ کیونکہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت

ہوسکتی ہے۔بعض اولیاءاللہ کوبھی بکثرت خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت ہوئی ہے، جیسے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کوخواب میں اللہ تعالیٰ کی سومرتبہ زیارت ہوئی۔ہاں بیداری میں دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں ہوسکتی ۔پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :اللہ جل شانہ نے مجھ سے فرمایااے محمد!(صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا لبیك اے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایے،اللہ پاک نے دریافت فرمایا کہ یہ مقرب فرشتے کن باتوں میں مذاکرہ کررہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یااللہ مجھے تو معلوم نہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کوغیب کا علم نہیں ہوتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ بتائیں، حضور فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ یہ فرشتے کس بات میں مذاکرہ کررہے ہیں اور کن باتوں میں بحث کررہے ہیں،تینوں مرتبہ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا یا پروردگار کہ یہ کس بارے میں بحث کررہے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اپنا دست مبارک میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا، اوراللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔یعنی اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرخصوصی توجہ فرمائی۔جس کے بعد اس وقت ساری باتیں میرے دل میں آ گئیں۔اور جو باتیں مجھے پہلے معلوم نہیں تھیں اللہ جل شانہ کے دست مبارک رکھنے سے وہ بھی مجھے معلوم ہوگئیں اور جتنے بھی پردے حائل تھے وہ سب دور ہوگئے۔جسے کہنا چاہیے کہ چودہ طبق روشن ہوگئے۔پھر اللہ پاک نے دریافت فرمایا کہ اب بتاؤ یہ فرشتے کن باتوں میں مذاکرہ کررہے ہیں؟

کفارہ کی تعریف

میں نے عرض کیا کہ یہ فرشتے کفارات میں بحث کررہے ہیں۔یہ کفارات والی بات یادرکھنے کی ہے۔کفارات کفارے کی جمع ہے۔کفارہ ایسے کام کو کہتے ہیں جس سے

آدمی کا گناہ مٹ جاتا ہے، جیسے کفارۂ قسم۔اگر کوئی آدمی اللہ کے نام کی قسم کھالے اور پھر بلاعذر اس کوتوڑ دے تو کفارۂ قسم واجب ہوتا ہے، اور کفارہ ادا کرنے سے قسم توڑنے میں جو اللہ کے نام کی بے حرمتی ہوئی تھی وہ معاف ہوجاتی ہے، یا جیسے روزہ کا کفارہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان عاقل بالغ مرد عورت بلاعذر شرعی رمضان شریف میں رمضان کا روزہ رکھ کر توڑ دے،تو روزے کا کفارہ واجب ہوجاتا ہے۔اور جب کوئی اس روزے کی قضا کر کے اور کفارے کے روزے رکھ لیتا ہے تو گناہ ختم ہوجاتا ہے۔تو کفارہ ایسے عمل کو کہتے ہیں جس کے کرنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ فرشتے کفارات میں بحث کررہے ہیں کہ کون کون سے اعمال ایسے ہیں جن سے بندوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔اس پر اللہ جل شانہ نے دریافت کیا وہ کفارات کیا کیا ہیں؟ تو اس موقع پر آپ نے تین کفارات کا ذکر کیا۔

تین کفارات

(۱) جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے مسجدوں میں جانا۔

(۲) نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھے رہنا اور یاد الٰہی میں مشغول رہنا۔

(۳) جب نفس پر وضو کرنا ناگوار ہو اس وقت کامل وضو کرنے کا اہتمام کرنا۔

جن کی مختصر وضاحت یہ ہے:

نماز باجماعت کی فضیلت

گھر سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا اور نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا یہ ایسا عمل ہے جس سے بندے کے گناہ معاف ہوتے ہیں،یعنی گناہ صغیرہ۔خاص طور سے جب آدمی گھر سے وضو کرکے آئے تو اس کی بڑی فضیلت ہے۔ایک فضیلت تو یہ

ہے کہ ہر قدم پر آدمی کا گناہ مٹتا ہے ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے۔تو نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے جب کوئی مسجد میں آتا ہے تو قدم قدم پر اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، قدم قدم پر اس کو نیکیاں ملتی ہیں۔

دوسرے حدیث میں اس کی یہ فضیلت ہے کہ اگر کوئی آدمی گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں جائے تو اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کہ کوئی حج کا احرام باندھ کر نکلے۔اور حج کا احرام باندھ کر نکلنے والے کی دوسری حدیث میں یہ فضیلت ہے کہ جب کوئی حج کے لیے احرام باندھ کے نکلتا ہے اور تلبیہ پڑھتا ہے تو وہ اکیلا لبیک نہیں پڑھتا اس کے دائیں سے لے کر زمین کے آخری کنارے تک اور بائیں سے لے کر زمین کے آخری کنارے تک جتنی بھی مخلوقات ہیں جیسے پہاڑ ہیں، ٹیلے ہیں، درخت ہیں سب لبیک پڑھتے ہیں۔اور جس دن وہ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے حج کے لیے نکلا ہے اس دن کا سورج اس حالت میں غروب ہوتا ہے کہ اس مُحرِم (احرام باندھنے والے) کے سارے گناہ لے کر ڈوبتا ہے اور یہ حج کا احرام باندھ کر نکلنے والا گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا اس روز تھا جب اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔یعنی سارے گناہ صغیرہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔جو ثواب حج کا احرام باندھ کر نکلنے والے کا ہے وہی ثواب گھر سے باوضو ہو کر مسجد میں نماز با جماعت پڑھنے کے لیے آنے والے کا ہے، اس لیے گھر سے باوضو ہو کر آنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔

نماز جمعہ کی فضیلت

نماز جمعہ کے سلسلہ میں بھی بڑی عجیب وغریب فضیلت ہے گھر سے باوضو ہو کر نکلنے کی۔جمعے کے دن کوئی آدمی اپنے گھر میں غسل کرے، جمعے کی نماز کی سنتیں ساری ادا کر کے سکون اور وقار سے مسجد کی طرف چلے تو ہر قدم پر اس کو ایک سال کے روزے رکھنے

اور ایک سال کی رات بھر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اندازہ کرو ایک قدم پر ایک سال کے روزوں کا ثواب اور ایک قدم پر ساری رات عبادت کا ثواب۔ ایک سال تک ساری رات عبادت کرنے کا ثواب ایک قدم پر عطا ہو رہا ہے، اگر کسی کے سو قدم ہو گئے تو سو سال کے روزوں کا ثواب ہو گیا سو سال کی رات کی عبادات کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں درج ہو گیا۔ تو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے آنا، یہ بھی کفارۂ سیئات ہے، اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ ہمیشہ گھر سے یا جہاں بھی آدمی ہو وہاں سے وضو کر کے مسجد میں آئے، اگرچہ مسجد میں آ کر وضو کرنا بھی جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس کا ثواب کم ہے۔

اور رہے گناہ کبیرہ تو وہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں توبہ بھی کوئی مشکل نہیں ہے، اس لیے اس کا معمول رکھنا چاہیے اور آئندہ بچنے کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ پھر بھی غلطی ہو جائے تو توبہ کر لینی چاہیے۔ بہرحال توبہ بھی اختیاری ہے اور بہت آسان ہے۔ اس کا بھی معمول رکھنا چاہیے۔ توبہ کے متعلق ایک بہت اچھا شعر ہے۔

دولتیں مل گئی ہیں آہوں کی ایسی تیسی مرے گناہوں کی

جب اللہ کے سامنے رونا آ جائے تو پھر گناہوں کی کیا حیثیت ہے، تین دفعہ آدمی دل سے کہے: اللھم اغفرلی اللھم اغفرلی اللھم اغفرلی تو بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔

کبیرہ گناہ بھی معاف کرانا آسان اور صغیرہ گناہوں کے لیے یہ عمل کفارۂ سیئات ہے کہ آدمی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے کا اہتمام کرے۔ لہٰذا بلا عذر گھر میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے، حتی الامکان میں مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

دوسرے مسجد میں نمازوں کے بعد بیٹھنا، یہ بھی کفارہ سیئات ہے۔ یعنی نماز سے

فارغ ہونے کے بعد بھی کچھ دیر یاد الٰہی میں مشغول رہے۔جس میں نماز کے بعد کی سنتیں پڑھنا بھی داخل ہے ،نوافل بھی داخل ہیں اوراس کے علاوہ مزید ذکر کرنا، تسبیح پڑھنا، تلاوت کرنا، دعائیں کرنا بھی اس کے اندر داخل ہے۔لیکن یہ ضروری ہے کہ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے تو دنیا کی باتیں نہ کرے۔اور گناہ کی باتیں تو ہر حال میں نہ کرے، گناہ کی باتیں تو مسجد سے باہر بھی ناجائز ہیں تو مسجد کے اندر بدرجہ اولیٰ ناجائز ہیں۔

بعض لوگ مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں تو پھر ادھر ادھر کی باتیں کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں،اورآپ کو معلوم ہے کی مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے آدمی کی نیکیاں ایسے ختم ہوتی ہیں جیسے آگ میں لکڑی جل کر ختم ہوجاتی ہے۔اس لیے اگر کوئی نماز پڑھنے کے لیے پہلے آجائے وہ بھی دنیا جہان کی باتیں کرنے سے پرہیز کرے،اور نماز کے بعد جو مسجد میں بیٹھے وہ بھی دنیا جہان کی باتوں سے پرہیز کرے۔مسجد تو آخرت کا باغ ہے یہاں تو آخرت کے باغ کے پھل کھانے چاہئیں،اور آخرت کے پھل ہیں سبحان الله، الحمد لله، لااله الاالله، الله اکبر ،درود شریف، تلاوت، استغفار، نوافل، دعا، اعتکاف۔تو جو لوگ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں جب تک مسجد میں بیٹھے رہیں گے ان کو ثواب ملتا رہے گا اوران کے گناہ معاف ہوتے رہیں گے، یہ عمل بھی کفارہ سیئات میں سے ہے۔

مسجد میں دل لگانا

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بالکل اخیر میں مسجد میں آتے ہیں اور بس ایک رکعت ملی یا قعدہ اخیرہ ملا اور سلام پھیرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے ، یہ بہت بری عادت ہے ۔مؤمن کا دل تو مسجد میں لگنا چاہیے اور کہیں نہیں لگنا چاہیے۔اوراس کی بڑی فضیلت ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے جن سات آدمیوں کو سایہ دیں گے ان میں سے ایک یہ بھی ہے وقلبه معلق بالمسجد اس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ عرش کا

سایہ دیں گے جس کا دل مسجد میں لٹکا رہتا ہے اور اٹکا رہتا ہے، بس ہر وقت اس کا دل چاہتا ہے کہ میں فارغ ہوں تو مسجد میں جاؤں، نماز پڑھوں، ذکر کروں، تسبیح پڑھوں، تلاوت کروں، اللہ اللہ کروں۔ مسجد میں اس کا بڑا دل لگتا ہے مسجد سے باہر اس کا اتنا دل نہیں لگتا۔ یہ تو دربار خداوندی ہے جس کو اس سے عشق ہوگا اس کا دل مسجد میں لگے گا اور جس کا دل مسجد میں لگے گا وہ مسجد میں بیٹھے گا اور جو مسجد میں بیٹھے گا، اللہ کی یاد میں لگے گا اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا رہے گا۔

وضو کی فضیلت

اور تیسرے فرمایا کہ جس وقت وضو کرنا نفس پر ناگوار ہو اس وقت کامل وضو کرنا۔ یعنی سنت کے مطابق وضو کرنا یہ بھی کفارہ سیئات ہے۔

جیسے سخت سردی میں جب پانی بھی ٹھنڈا ہو تو وضو اچھی طرح کرنا نفس کے لیے ناگوار ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں آدمی یہ چاہتا ہے جلدی جلدی چار فرض پورے کرلوں۔ چار فرض پورے کرنے سے بلاشبہ اس کا وضو ہوجائے گا نماز بھی ہوجائے گی لیکن یہ ناقص وضو ہوگا۔ کامل وضو یہ ہے کہ اس وقت بھی سنن و مستحبات ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ اور وہ بھی ہمت کرے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔

یا بعض مرتبہ مرض کے اندر بھی ایسا ہوتا ہے کہ پورا وضو کرسکتا ہے لیکن طبیعت کے اوپر بھاری ہوتا ہے ناگوار ہوتا ہے۔ اس وقت اہتمام سے وضو کرنا کہ کہیں بال برابر جگہ سوکھی نہ رہ جائے پورا وضو ہو سنتیں سب ادا ہوجائیں، مکروہات سے پرہیز کرے تو یہ بھی کفارہ سیئات ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی وضو کے شروع میں اللہ کا نام لیتا ہے جو کہ سنت ہے تو وضو کے بعد اللہ تعالیٰ اعضائے وضو کے ساتھ ساتھ سر سے پیر تک اس کو گناہوں

سے پاک کر دیتے ہیں۔اور اگر بغیر بسم اللہ پڑھے، بغیر اللہ کا نام لیے وضو کرتا ہے اور پھر مکمل کرتا ہے تو صرف اس کے اعضائے وضو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں باقی جسم پاک نہیں ہوتا، کتنا فرق ہے کامل وضو میں اور ناقص وضو میں۔حالانکہ کامل وضو کرنے میں بھی اللہ کا نام ہی تو لینا ہے، اور باقی سنتیں پوری کرنی ہیں اور دیگر مستحبات کو ادا کرنا ہے۔اس میں یہ فضیلت ہے کہ سرے سے پاؤں تک آدمی گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر خلاف سنت وضو کرے فرائض ادا کرلے تب بھی وضو تو ہو جائے گا لیکن وہ سارے جسم کے لیے کفارہ نہیں ہوگا صرف اعضائے وضو اس کے گناہ سے پاک ہو جائیں گے۔

اس کے علاوہ اور بھی کفارے کے اعمال ہیں لیکن اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین کفارات بیان فرمائے۔اور یہ تینوں ایسے ہیں کہ ہمیں ہر روز پیش آتے ہیں ہمیں روزانہ ان کو اہتمام سے ادا کرنا چاہیے۔اور اس نیت سے ادا کرنا چاہیے تاکہ ہمارے لیے کفارہ سیئات بنیں۔

تین اعمال

پھر اللہ پاک نے دریافت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے عرض کیا پروردگار عالم یہ فرشتے ان اعمال میں مذاکرہ کر رہے ہیں، ان کاموں میں بحث کر رہے ہیں، جن کے کرنے سے بندے کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہوتا ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا وہ کون سے اعمال ہیں جن سے بندوں کے درجے بلند ہوتے ہیں؟

تو اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اعمال بیان فرمائے۔

پہلا عمل

(۱) ایک تو یہ فرمایا کہ کھانا کھلانا۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کو کھانا کھلانا، جیسے کسی بھوکے کو کھانا کھلانا۔ یہ عمل بھی ایسا ہے جس سے انسان کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن دوسروں کو کھانا کھلانے میں تین باتیں یادرکھنے کی ہیں، ان تین باتوں کے ساتھ اگر ہم یہ عمل کریں گے تو ان شاء اللہ درجات کے بلند ہونے کا ذریعہ بنیں گے۔

(۱) ایک تو نیت آدمی کی صحیح ہو، نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو، یا مسلمان کا دل خوش کرنے کی ہو۔ دکھاوا، ریا کاری، نام ونمود، شہرت اور ناموری پیش نظر نہ ہو۔

بعض لوگ غمی کے موقع پر اور خوشی کے موقع پر جو کھانا کھلاتے ہیں اور دعوتیں کرتے ہیں عموماً اس میں دکھاوا، نام ونمود اور برادری میں نام روشن کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔ ریا کاری کے ساتھ تو بڑے سے بڑا عمل بھی غیر مقبول ہوجاتا ہے، لہٰذا جس کو بھی کھانا کھلانا ہو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کھلائیے، اس کے اکرام میں کھلائے اس کا دل خوش کرنے کی نیت سے کھلائے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے اندر داخل ہے۔

(۲) دوسرا مال حلال سے کھلائے۔ آپ جانتے ہیں کوئی نیک عمل مال حرام کے ساتھ قبول نہیں ہوتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کے حلق سے ایک حرام لقمہ نیچے اتر جائے، چالیس دن تک اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ نفلی عبادات اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ تو حرام میں اتنی نحوست ہے اللہ بچائے۔ لہٰذ جس کو بھی کھانا کھلائے حلال مال سے کھلائے۔ عام طور پر جو اجتماعی دعوتیں ہوتی ہیں اس کے اندر چندہ ہوتا ہے۔ اور چندہ ہوتا ہے زبردستی کا اور زبردستی کا چندہ حرام ہوتا ہے، اس سے جو کھانا پکایا جاتا ہے وہ بھی حرام ہوتا ہے، ایسے چندے کے کھانے سے کھانا اور کھلانا دونوں ناجائز ہوجاتے ہیں، تو وہاں ثواب کیا ملے گا الٹا گناہ ہوگا۔

(۳) تیسرے کھانا کھلانے کا طریقہ شریعت کے مطابق ہو۔ لہٰذا شریعت سے

ہٹ کر جو رسمی کھانے ہیں، جیسے کسی کے انتقال کے موقع پر تیجہ ہوتا ہے چالیسواں ہوتا ہے، یا مختلف موقعوں میں دعوتیں ہوتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جو ثابت نہیں ہیں، شریعت کے مطابق نہیں ہیں۔ اور کھانا کھلانے کے جو طریقے خلاف شرع ہوں گے اس کی یہ فضیلت نہیں ہے، اس کا یہ ثواب نہیں ہے۔ لہٰذا کھانا کھلانا جب شریعت کے مطابق ہو، مال حلال سے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو اس سے بندے کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

دوسرا عمل

(۲) دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ نرم گفتگو اختیار کرو۔ اپنا انداز گفتگو نرم رکھو۔ جب کسی سے بولیں تو نرمی کے ساتھ بولیں، غصے کے ساتھ نہ بولیں، جھڑکنے کے انداز میں نہ بات کریں، طعنے نہ ماریں، طعن و تشنیع نہ کریں، جملے نہ کسیں باتیں نہ ماریں، جس سے بھی بات کریں نرمی سے بات کریں، اس کا احترام اور ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بات کریں، شرافت سے گفتگو کریں۔ گفتگو کا نرم انداز اختیار کرنے سے بھی بندے کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

ہمارے حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب ''البلاغ'' کا مفتی اعظم نمبر شائع ہوا اور اب بھی وہ الحمدللہ موجود ہے، اس میں کسی نے ہمارے حضرت کے اوپر مضمون لکھا اور اس کے اندر عجیب عنوان انہوں نے بنایا جواب تک مجھے یاد ہے، اس کا عنوان تھا ''ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو''۔ یعنی ان کا انداز گفتگو ایسا ہے جیسے پھول جھڑ رہے ہوں۔ بعض آدمی باتیں کرتے ہیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے لڑ رہے ہوں، لیکن وہ معمول کے مطابق بات کر رہے ہوتے ہیں۔ اور بعضوں کا انداز گفتگو ایسا ہوتا ہے کہ جی چاہتا ہے بس کرے جائیں، اور ہم ان کی بات سنیں جائیں، ایسا پیارا انداز ہوتا ہے۔ یہ جو دوسرا انداز ہے یہ مطلوب ہے اور پہلا

انداز غیر مطلوب ہے ۔تو ہر آدمی کو اپنا انداز گفتگو بہت ہی نرم اور پیار ارکھنا چاہیے، دلخراش انداز ہرگز نہیں رکھنا چاہیے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ بعض لوگوں کی گفتگو کے اندر ڈنک ہوتے ہیں، جیسے بچھو کا ڈنک ہوتا ہے، سانپ کا ڈنک ہوتا ہے ۔ان کی گفتگو کے اندر بھی ڈنک ہوتے ہیں، یعنی وہ دوسروں کو طعنے مارتے ہیں، دوسروں کے اوپر باتیں مارتے ہیں، جملے کستے ہیں اور یا وہ گوئی کرتے ہیں، بات کر رہے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ان کو بعض دفعہ پتہ بھی نہیں ہوتا اور وہ دوسروں کو ذلیل کر رہے ہوتے ہیں ۔تو ایسا انداز نہیں ہونا چاہیے جس میں دوسرے کی توہین ہو تذلیل ہو، یا اس کا دل دکھے۔

تیسرا عمل

(۳)اور تیسرا عمل یہ بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب لوگ سو رہے ہوں تو تہجد پڑھنا۔ جب لوگ سو رہے ہوں اور آدمی اٹھ کر تہجد پڑھے تو اس سے بھی بندے کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ بلاشبہ تہجد کا عمل بہت اونچا عمل ہے، اور اس کے بڑے فضائل ہیں، ابھی آپ نے واقعہ سن لیا مولانا کے ذریعہ، کیسا عجیب وغریب واقعہ ہے ۔ ہمارے اسلاف تو اس کا عملی نمونہ تھے ہی لیکن بعض بعض بادشاہ بھی الحمدللہ ایسے گزرے ہیں کہ چالیس چالیس سال تک ان کی تہجد قضا نہیں ہوئی ۔حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ کتنا مشہور ہے کہ چالیس سال تک انہوں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے ۔اور تہجد پڑھنا کوئی مشکل نہیں ہے، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم کیسے تہجد پڑھ سکتے ہیں ہماری تو آنکھ ہی نہیں کھلتی، تو بھئی تہجد کا ایک اول وقت ہے ایک آخر وقت ہے ۔اول وقت اس کا عشاء فرضوں کے بعد شروع ہو جاتا ہے، صبح صادق تک رہتا ہے۔لہٰذا روزانہ عشا کی دو سنتوں کے بعد وتروں سے پہلے چار نفل پڑھ لیا کریں، تہجد کی نماز ہو جائے گی آپ کی، یہ تہجد کے قائم مقام ہے،

اس سے بھی تہجد کا ثواب ملتا ہے۔اور اخیر شب میں پڑھنا یہ اس کا افضل وقت ہے ،وہ تہجد افضل ہے جو اخیر شب میں پڑھی جائے۔اس وقت بھی اٹھنے والے اٹھ جاتے ہیں۔ جلدی سوئیں گے تو جلدی اٹھیں گے دیر سے سوئیں گے تو دیر سے اٹھیں گے۔اور کبھی کسی کی اخیر شب میں بھی رہ جائے تو اگر زوال سے پہلے پہلے پڑھ لے گا تو اس کی تہجد بھی رات میں شمار ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ ،کتنی آسانی ہے ،جب اتنی آسانی ہے تو بھئی اب تو تہجد کبھی قضا نہیں ہونی چاہیے،عشاء کے بعد تو روزانہ پڑھنے کا معمول بنالیں اور پھر اخیر شب میں بھی اٹھنے کی کوشش کریں ،اٹھ جائیں تو پڑھ لیں نہیں تو آنکھ کھلنے کے بعد اشراق کے وقت پڑھ لیں ،زوال سے پہلے پہلے پڑھ لیں ،بس پڑھنا چاہیے۔تو تہجد کا عمل بھی ایسا ہے کہ جس سے آدمی کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

دعاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد پھر اللہ جل شانہ نے دریافت کیا کہ اے محمد! آپ مانگئے کیا مانگتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی جس کا ترجمہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں: اللھم انی اسألك فعل الخيرات وترك المنكرات یا اللہ میں آپ سے اچھے اچھے کاموں کی توفیق مانگتا ہوں،یعنی اوامر کے بجالانے کی توفیق مانگتا ہوں،برے برے کاموں سے بچنے کی توفیق مانگتا ہوں،نواہی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ وحب المساكين اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں۔مسکین کے ایک معنیٰ تو وہی ہیں غریب محتاج آدمی جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔اور ایک مسکین کے معنیٰ متواضع کے آتے ہیں۔ یا اللہ جو تواضع کرنے والے ہیں مجھے ان کی محبت عطا فرما۔اس لیے کہ تواضع دین کے اندر بنیاد ہے،جس کو تواضع نصیب نہ ہوئی تو کچھ نصیب نہ ہوا کیونکہ اس کے مقابلے میں تکبر ہے اور تکبر حرام ہے،اور دنیا اور آخرت میں موجب ذلت ہے اور تواضع دنیا اور آخرت میں رفعت کا باعث ہے اللہ

تعالیٰ کے قرب اور رضا کا باعث ہے، تو میں متواضع لوگوں کی محبت مانگتا ہوں کہ ان کے طفیل مجھے بھی تواضع نصیب فرما۔ تواضع کے اوپر ایک شعر سنا کر آگے چلتا ہوں۔

مجھے خاک میں دبا دو مری خاک بھی اڑا دو ترے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

اللہ اکبر، یہ ہے کہ مؤمن یہ سمجھے کہ بھئی میں کچھ نہیں ہوں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ۔ جو بھی علم ،عمل ،تقویٰ ،طہارت اور ظاہر و باطن کی اور نعمتیں ہیں سب فضل خداوندی ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں بندے کا کوئی کمال نہیں ہے، جب بندے کا کوئی کمال نہیں ہے تو پھر ان کی عطا سمجھے۔ اپنے کو کچھ نہ سمجھے دوسرے کو اپنے سے افضل سمجھے اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھے۔ تو یہ تواضع کوئی مشکل نہیں ہے بہت آسان ہے۔

وان تغفرلی وترحمنی یا اللہ آپ میری مغفرت فرمادیں اور مجھ پر رحم فرمادیں، بے شک اسی سے نجات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ہو جائے بندے پر رحم ہو جائے بس بندے کی نجات ہے، اس کے بغیر کوئی راستہ نجات کا نہیں ہے۔ اور آخر میں فرمایا کہ یا اللہ جب آپ کسی قوم کو فتنے میں مبتلا فرمائیں تو مجھے فتنے سے بچا کر اٹھالیں، جس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ یا اللہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو، اور دنیا و آخرت میں عافیت نصیب ہو۔

پھر آپ نے فرمایا یہ خواب جو میں نے دیکھا تھا، اس وجہ سے مجھے فجر کی نماز میں آنے میں دیر ہوگئی ۔ اور فرمایا کہ یہ ساری باتیں برحق ہیں، ان کو تم سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، تو اس وجہ سے میں نے آپ کے سامنے یہ حدیث بیان کی ہے کہ یہ حدیث ہمارے علم میں آجائے اور پھر ہم گھر جا کر اپنے گھر والوں کو بھی بتائیں اور سکھائیں، خود بھی یاد رکھیں اور گھر والوں کو بھی بتائیں اور سکھائیں تا کہ وہ بھی اس پر عمل کریں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

مولانا محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۳ / جمادی الاول: حضرت مدظلہم نے جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی درس دیا۔ ۷ / حضرت مدظلہم نے آہیر سرخرو ساہی وال میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ ۹: حضرت مدظلہم نے جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں وفاق المدارس کے نمائندہ اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۱۰: حضرت مدظلہم نے گروٹ میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔ ۱۳: حضرت مدظلہم نے مدرسہ تعلیم الاسلام چک نمبر ۱۲۵ جنوبی سرگودھا میں سالانہ جلسہ سے بیان کیا۔ ۱۴: حضرت مدظلہم نے مدرسہ تعلیم القرآن حقانیہ روڈ وسلطان میں اصلاحی بیان فرمایا۔ ۱۷: حضرت مولانا علامہ عبدالغفار تونسوی اور حضرت مدظلہم نے جامعہ کی شاخ جامعہ حفصہ للبنات پٹھان کوٹ ساہی وال میں سالانہ جلسہ سے خطاب فرمایا۔ ۱۸: حضرت مدظلہم نے قاسم باغ ملتان میں تحفظ مدارس دینیہ کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ جامعہ کے درجہ کتب اور تخصص کے طلبہ بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ ۲۱: حضرت مدظلہم نے دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ میں بیان فرمایا۔ ۲۲: حضرت مدظلہم نے جلال پور میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔ ۲۸: حضرت مدظلہم نے مدرسہ رزاقیہ رحمانیہ گھیانہ کلاں میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔ ۳۰: حضرت مدظلہم تین روزہ اصلاحی دورہ پر ڈیرہ غازیخان، تونسہ اور کوٹ ادو تشریف لے گئے، مختلف مقامات پر اصلاحی بیانات فرمائے۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔

۴ / جمادی الاخریٰ: ولی کامل حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم جامعہ میں تشریف لائے اور بعد از نماز عصر پرمغز اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

جامع مسجد ترمذی: جامعہ حقانیہ ساہی وال، حقانیہ ٹاؤن فروکہ روڈ پر الحمدللہ جامع مسجد ترمذی کے تہہ خانہ 94x76 کی تعمیر کا کام کچھ وقفہ کے بعد دوبارہ شروع ہو چکا ہے جس کا تخمینہ لاگت تقریباً ایک کروڑ روپے (10000000) ہے۔ قارئین سے سہولت کے ساتھ تکمیل کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

ع۔ن۔ت

تعارف کتب

نام کتاب: مجاہد اعظم ﷺ نمبر (ماہنامہ مسیحائی کراچی) مدیر اعلیٰ: احمد خیر الدین انصاری
صفحات ۵۵۶ ناشر: احمد خیر الدین انصاری نارتھ ناظم آباد کراچی

ارشاد باری تعالیٰ: ولو شاء الله لانتصر منهم ولكن ليبلوبعضكم ببعض۔ الآیۃ۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد وقتال کی مشروعیت درحقیقت ایک رحمت ہے کیونکہ وہ آسمانی عذابوں کے قائم مقام ہے، کیونکہ کفر وشرک اور اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی سزا پچھلی قوموں کو آسمانی اور زمینی عذابوں کے ذریعہ دی گئی، امت محمدیہ میں ایسا ہوسکتا ہے مگر رحمۃ للعالمین کی برکت سے اس امت کو ایسے عذابوں سے بچالیا گیا اور اس کے قائم مقام جہاد شرعی کو کر دیا گیا جس میں بہ نسبت عذاب عام کے بڑی سہولتیں اور مصلحتیں ہیں، نیز جہاد کی مشروعیت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ جہاد وقتال کے دونوں فریق مسلمان اور کافر کا امتحان ہوجاتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کے حکم پر اپنی جان ومال نثار کرنے کو تیار ہوجاتا ہے اور کون سرکشی اور کفر پر جمار ہتا ہے یا اسلام کے روشن دلائل دیکھ کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔

زیر نظر خصوصی نمبر میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے اسی روشن پہلو کو امت مسلمہ کے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ کے مجاہدانہ روشن کردار کو مختلف پہلوؤں سے اجاگر کرنے کی یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی جو اس نمبر سے کما حقہ پوری ہوگئی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت کے تمام دیگر پہلوؤں پر موجود ہیں، سیرت کا یہ ایک تابناک پہلو بھی عوام کے سامنے لانا ضروری تھا، اللہ تعالیٰ زیر نظر نمبر کے تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے سیرت طیبہ کے اس عظیم پہلو پر توجہ فرمائی۔

تذکار بگویہ (۳ جلد)

متحدہ پنجاب کے ایک علمی اور روحانی خاندان کے حالات و تعلیمات

جلد اول: 1650ء تا 1945ء **جلد دوم:** 1945ء تا 1975ء

جلد سوم: برصغیر کے علماء اور مشاہیر کے خطوط اور توضیحی نوٹ

علمائے بگویہ کی علمی دینی اصلاحی اور روحانی خدمات جلیلہ کا تذکرہ

ایک جامع مرقع ایک متوازن مطالعہ ایک تابناک تذکرہ

تالیف

ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی

صفحات: 2414 ہدیہ: 2500 (علاوہ ڈاک خرچ)

ناشر

مجلس حزب الانصار شارع بگویہ بھیرہ (40540) تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا
048-6690847-0343-6668638-0337-0785462